باب۔ 01

اللہ ھو

☆ **قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۔ اللَّهُ الصَّمَدُ ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۔ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۔**

ترجمہ: **تم کہو وہ اللہ ہے، بالکل ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کے اولاد ہے اور نہ ماں باپ۔ اور کوئی اس کا کُفو نہیں، بالکل ایک ہے۔** (سورۃ الاخلاص: آیت 1 تا 4)

کفار نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ تمہارا اللہ کیسا ہے۔۔۔؟ اس کے صفات کیا ہیں۔۔۔؟ تو یہ سورۃ نازل ہوئی۔

یہ لفظ ھُوَ ہی قابلِ غور ہے۔ دیکھو! اس کے حرف 'ھا' کا مخرج انتہائے حلق ہے جب کہ اس کے حرف 'و' کی ادائیگی ہونٹوں سے ہوتی ہے۔ یوں اس میں ایک طرح کا اشارہ ہے کہ وہ ابتدآ اور انتہا سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کوئی شئے اس سے خارج نہیں۔

اب ذرا اس کے معنی کی تفصیل میں جاتے ہیں۔ ھُوَ کے معنی ہیں وہ، وہ چیز۔۔۔ چیزیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ (1) واجب: جس کا ہونا ضروری ہے۔ اور (2) ممکن: جس کا ہونا بھی ممکن ہو اور نہ ہونا بھی ممکن یعنی ہونا نہ ہونا برابر۔ یوں اصلی اور بالذات کیا چیز رہ گئی؟۔۔۔ "واجب الوجود"۔ پھر ممکن کے ساتھ واجب سے مخلوق ہونے کا لحاظ نہ کیا جائے تو وہ ممکن باقی کب رہتا ہے۔۔۔؟ غور کرو کہ تالے میں چابی پھرتی ہے لیکن کب، جب کہ اس کے ساتھ ہاتھ کی قوت لگی ہوئی ہو، ورنہ وہ بذاتِ خود تو ساکن ہے، بے حرکت ہے۔

ھُوَ یعنی 'وہ'، اول میں بھی ہے اور آخر میں بھی۔ درمیان میں صرف واسطے ہیں، اسباب ہیں۔ اگر علت (source) پوچھو تو بالآخر 'وہ' ہی ہو گا۔ دیکھو! جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ روتا ہے اور منہ کھول کر چاروں طرف دیکھتا ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی ہے جو میرے کام آئے گا، میری فریاد ضرور سنے گا۔ مجھے دودھ دے گا۔ پھر جوں جوں بڑا ہوتا ہے اپنی ماں کو رزاق اور رب سمجھتا ہے۔ تھوڑا اور بڑا ہوتا ہے تو اپنے باپ کو رب خیال کرنے لگتا ہے۔ اور مزید بڑا ہوتا ہے تو ملک چلانے والوں کی طرف توجہ کرنے لگتا ہے۔ پھر کائنات میں نظر آنے والے مختلف عناصر میں اپنے معبود کو تلاش کرنے لگتا ہے۔ آخر میں تمام عالم کے محتاج الیہ کی طرف توجہ کرتا ہے۔

Siddiqui Publications

اور یوں سارے جہاں کے معبود کی طرف رجوع کرلیتا ہے۔ گویا ہر قدم پر ایک معبود یا محتاج الیہ متعین کرتا ہے۔ اس تعین (assessment) میں غلطی بھی کرتا ہے۔ دیکھو! معبود کے لیے اس کی یہ طلب، فطری ہے اور اس کا تعین عقلی۔ تعین میں غلطی لگتی ہے مگر جب تمام تعینات سے ہاتھ اٹھالیتا ہے تو اصلی اور حقیقی معبود کی طرف راہ نکل آتی ہے۔ لیکن کیا سمجھ پاتا ہے؟ بس اتنا کہ "وہ ہے"۔۔۔ اور اس کا یہ 'ہے' ہی "وجود" پر دلالت کرتا ہے۔

سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا اس وجود سے پہلے بھی کچھ ہوگا؟۔۔۔ یقیناً وجود ہی ہوگا۔ پھر سوال یہ بھی آتا ہے کہ کیا اس وجود کے بعد کچھ رہے گا؟۔۔۔ تو جواب یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وجود ہی ہوگا۔ گویا وجود تو ایک ہی شئے ہے۔ اس طرح وجود سے پہلے وجود یا بعد میں وجود تو مہمل یعنی بے کار سی بات ہوئی۔ لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ وجود، ـــــ ازلی اور ابدی ہے۔ اسی طرح وجود کے مقابل (in opposition to) دیکھا جائے کہ کیا ہو سکتا ہے؟۔۔۔ اگر کچھ ہو سکتا ہے تو صرف عدم یعنی nothingness ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن عدم اور ہونا۔۔۔! یہ تو ناممکن اور بالکل ہی بے کار بات ہے۔ سو' وجود' ایک ایسا یقینی اور قطعی امر ہے کہ اس میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی دیکھنا کہ تم اس کو جتنا بیان کرنا چاہو گے یہ چُھپتا ہی جائے گا۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جس کی حقیقت بیان نہیں ہو سکتی اس کی تعریف اس کے لوازم یعنی اس کے متعلقات (attachments)، اضافیات (appendage) یا ماتحتین (dependants) سے ہوگی۔ لہٰذا اس ذات حقّہ کی تعریف صرف اس طرح کی جا سکتی ہے کہ، وہ کسی کا محتاج نہیں، سب اس کے محتاج ہیں، وہ سب کا سبب ہے لیکن خود کسی کے سبب نہیں، وہ تمام نقائص سے پاک ہے، وہ تمام صفاتِ کمالیہ کا مجموعہ ہے اور اس ذاتِ واحد کا نام' اَللّٰہ ' ہے۔

اِلٰہ کے معنی معبود کے ہیں۔ بعض کے پاس اس کے معنی اُس ذات کے ہیں جس کی طرف بے قرار ہو کر دوڑیں۔ اِلٰہَ پر الف اور لام لگایا گیا۔ اِلاِلٰہَ ہوا۔ جو الف کی تخفیف اور لام میں ادغام کے بعد اَللّٰہُ ہوا۔ اب لفظ اللہ، خدائے تعالیٰ کا شخصی نام ہو گیا۔ وہ، اَحَدٌ ہے، بالکل ایک۔ ناقابلِ تقسیم۔ اس کی ذات میں کثرت کو دخل ہی نہیں۔ اسی طرح خدا اور غیر خدا میں کوئی چیز مشترک نہیں۔ پھر کہاں ماں باپ، کہاں بیوی اور بچے اور کہاں کوئی برابر والا۔۔۔!

{ حوالہ تفسیر صدیقی - پارہ 30 صفحہ 193 تا 197، 201 اور 202 }

Siddiqui Publications